

مغربی افکار سے استفادہ کی جہات وامکانات کا تجزیاتی مطالعہ

*Analytical Study of the Dimensions and Possibilities of using Western Ideas***Syeda Shumaila Rubab Rizvi**

Lecturer, Shah Abdul Lateef University, Kair pur meerus Sindh

Email: shumaila.rubab@salu.edu.pkORCID: <https://orcid.org/0009-0006-6680-4548>**Abstract:**

The religion of Islam, for which God Almighty has clearly expressed his love in his words of eloquence, which is a religion that gives a code of life, which has explained the plan of living for every human being, is what helped us to deal with this Western thought fourteen hundred years ago. Has also taught the plan of action. Nowadays, which is a swamp full of western ideas from which it is very important to protect oneself so that the people can face their true God one day. The belief is monotheism, due to which the religion of Islam is superior, superior and separate from all other civilizations. There is no competitor to Islamic civilization and culture, whether it is in the academic field or the practical field, but today the magic of Western civilization is speaking loudly in comparison to Islamic civilization. Western thoughts, knowledge and practices are so much occupied in worldly and worldly religious matters nowadays that we are indebted to them for a blessed thing like a tasbeeh and place of prayer and we cannot deny it. The limit is that the religion that is the founder of humanity and ethics is the first teacher of knowledge and practice; he is borrowing morals, knowledge and practice from western ideas. Education and society are opposed, where there are negative aspects, there are also positive aspects, but the moment of concern is that a civilization that is rich itself, how can it borrow knowledge and ideas from another? Are there any advantages and disadvantages of "and prospects"? In this paper, these points have been written in a research perspective.

Keywords:*Humanity, Civilization, Comparison, Monotheism, Religion*

خلاصہ

دین اسلام جس کے لئے خداوند عالم نے اپنے کلام بلاغت میں اپنی پسندیدگی کا واضح اظہار کیا ہے جو ایک ضابطہ حیات دینے والا دین ہے جس نے ہر بشر کو زندگی گزارنے کا لائحہ عمل بیان کر دیا وہی ہمیں چودہ سو سال قبل اس مغربی افکار سے نپٹنے کا بھی لائحہ عمل سکھا چکا ہے۔ دور حاضر جو ایک ایسا مغربی افکار سے بھر ادا دل ہے جس سے خود کو محفوظ رکھنا نہایت ہی ضروری ہے تاکہ روز محشر اپنے حقیقی خدا کے سامنے سرخرو ہو سکیں یہ تبھی ممکن ہے کہ جب انسان دین اسلام کا حقیقی ماننے والا ہو کیونکہ دین اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے جس کے سبب مذہب اسلام دوسری تمام تہذیبوں سے برتر، افضل اور جدا ہے اسلامی تہذیب و ثقافت کا کوئی مد مقابل نہیں خواہ وہ علمی میدان ہو یا عملی میدان مگر آج اسلامی تہذیب کے مقابلے میں مغربی تہذیب کا جادو سرچڑھ کر بول رہا ہے مغربی افکار اور علم و عمل کا دور حاضر میں دنیاوی تو دنیاوی دینی معاملات میں اتنا قبضہ ہے کہ ہم ایک تسبیح و جائے نماز جیسی متبرک شے کے لئے ان کے مرہون منت ہیں اور اس سے ہم انکار بھی نہیں کر سکتے حد تو یہ ہے جو مذہب انسانیت و اخلاقیات کا بانی ہے علم و عمل کا اولین معلم ہے وہ مغربی افکار سے درس اخلاقیات، علم و عمل مستعار لے رہا ہے ایسا نہیں ہے کہ کُل کے کُل مغربی افکار علم و عمل درست نہیں یا مسلم تعلیمات و معاشرے کے منافی ہیں جہاں اس کے منفی پہلو ہیں وہاں مثبت پہلو بھی موجود ہیں مگر لمحہ فکریہ تو یہ ہے کہ جو تہذیب خود مالا مال ہو وہ کسی دوسرے سے علم و افکار کیونکر مستعار لے؟ کیا "افکار مغرب سے عملی استفادہ کی جہات و امکانات" کے کوئی فوائد و نقصانات ہیں؟ اس مقالے میں ان نکات پر تحقیقی تناظر میں قلم کاری کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ: انسانیت، تہذیب، تقابل، توحید، مذہب

موضوع کی ضرورت و اہمیت

آج اگر مسلم معاشرے کی جانب نگاہ کی جائے تو یہ مسلم معاشرہ جسے دین اسلام کے قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے تھی لیکن آج یہ معاشرہ مغربی افکار کے ہاتھوں یرغمال ہو چکا ہے جسکے نتیجے میں یہ معاشرہ ہر طرح کی برائیوں، خرابیوں سے دوچار ہو رہا ہے بیشک مغربی تہذیب و افکار اپنے علمی و عملی سفر میں مسلمانوں سے کافی آگے نکل چکے ہیں دیگر ارتقائی، تجرباتی و سائنسی قوتوں سے ایسے مقام پر جا کھڑے ہوئے ہیں جس مقام کی بحیثیت و دور حاضر کے سماجی انسان شدید احتیاج ہے۔ دور حاضر میں مغرب و مغربی افکار نے کامیابی و ترقی کے وہ زینے چڑھے ہیں جس پر چڑھے بنا ترقی کے پل صراط کو پار کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے کیونکہ آج کل کی

روزمرہ بنیادی ضروریات میں سوئی سے لے کر ہوائی جہاز اور سمندر کی گہرائی سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک پر افکار مغرب کی چھاپ ہے اور ان تمام اشیاء کی ضرورت دور حاضر میں سب کو ہے خواہ وہ مغربی ہو یا مشرقی، مسلمان ہو یا مشرک۔

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كَرْهٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾⁽¹⁾
ترجمہ: "(مسلمانو!) اب تم پر جنگ فرض کر دی گئی ہے اور وہ تمہیں گراں گزر رہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی شے کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو در آنحالیکہ وہی تمہارے لیے بُری ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔" (۲)

خداوند عالم قرآن پاک میں کیا ارشاد فرما رہا ہے کہ ہماری اور اس کی پسند کا معیار جدا ہے اور کبھی کبھار جو اشیاء ہماری نظر میں بری و ناپسندیدہ ہوتی ہیں اسکے پیچھے بھی کوئی خداوند عالم کی پسندیدگی کی کوئی ناکوئی اہم مصلحت ہوتی ہے جیسا کہ ہمارا زیر قلم موضوع "افکار مغرب سے عملی استفادہ کی جہات و امکانات" اگر اس موضوع کے تناظر میں دیکھا جائے تو افکار مغرب بحیثیت مسلمان ہمارے لیے ناپسندیدہ ہیں مگر افکار مغرب کی پیدا کردہ مفید اشیاء ضرورت سے استفادہ حاصل کرنے کی جہات و امکانات پر بھی نظر کرنی چاہیے اس کی مثال ایسے ہے جیسے ہم ایک سواری کا اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے سہارا لیں تو ہمارا مقصد ہماری منزل ہوگی ناکہ سواری اور سواری چلانے والا۔ اسی طرح منزل پر پہنچ کر ہماری راہ کیا ہے ہم کس جانب کے راہی ہیں اس سے سواری کا کوئی واسطہ نہیں ہے بلکل اسی طرح ہم مغرب کی ایجاد کردہ لاتعداد اشیاء سے شب و روز استفادہ حاصل کرتے ہیں جن پر مغرب اپنا دعویٰ نہیں جمانا اور ناہی کسی شے پر انہوں نے اپنا کاپی رائٹ جتایا ہے اور انسانیت کے سپرد کر دیا ہے۔ ہم اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے یہ سب ہمیں ماننا پڑے گا اور اس سب پر ہمیں احسان مند بھی ہونا پڑے گا میرے خیال میں اس کے خلاف کوئی بھی رائے غیر دینی ہے اور یہ تو استعمال کرنے والے پر منحصر ہے کہ وہ کس چیز سے کیسے استفادہ حاصل کرتا ہے۔ مختلف افکار بھی عینک کے ایک جوڑے کی طرح ہے جس سے آپ دنیا کو دیکھنے کے لیے اپنی آنکھوں پر رکھتے ہیں اور پھر اسی عینک سے دیکھتے ہیں اب فیصلہ آپ پر ہے کہ آپ کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔ دور حاضر میں لازمی امر ہے کہ ہم جان سکیں کہ افکار مغرب سے عملی استفادہ کی جہات و امکانات کیا ہیں اس کے فوائد و نقصانات کیا ہیں؟ اور کس حد تک استعمال کی اجازت ہے جس سے ہمارے عقائد متزلزل ناہوں۔

روش تحقیق اور بنیادی سوالات

زیر قلم مقالہ کی تحقیقی روش اور اسلوب بیانیہ اور علمی ہے اس مقالہ میں چند اہم و بنیادی سوالات کی کھوج کی گئی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱- افکار مغرب کیا ہیں؟
- ۲- افکار مغرب سے عملی استفادہ کی جہات و امکانات کیا ہیں؟
- ۳- تفاوت در افکار مغرب و اسلام کیا ہے؟
- ۴- افکار مغرب سے عملی استفادہ کے فوائد و نقصانات کیا ہیں؟
- ۵- اسلامی دنیا میں مغربی دنیا کے افکار کے اثرات کی وجوہات کیا ہیں؟

تعارف

آج کل ہمیشہ تبدل اور تبدیلی کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک ہمہ جہت تبدیلی جس نے بعض کے نزدیک سب سے زیادہ مستحکم انسانی معیارات کو گھیر لیا ہے اور دیمک کی طرح انسانی زندگی میں استحکام کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس عمل پر یقین رکھنے والوں کی رائے میں انسانی علم میں سے کوئی بھی ان تبدیلیوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا، حتیٰ کہ مقدس اقدار، مذہبی اور سائنسی بنیادیں بھی بڑی ترقی اور تبدیلی سے گزریں گی۔ جدیدیت، جسے مغربی لوگ طرز زندگی کہتے ہیں اور مشرقی لوگ افکار مغرب کہتے ہیں جس نے پچھلے تین سو سالوں میں ایک نیا طریقہ رائج کیا ہے، جو ہر صورت میں جس میں خوراک، لباس، معاشیات، انسانی تعلقات، جنسی تعلقات اور تمام انسانی حرکات نظر آتی ہیں اور یہ نمونے ہر روز بدل بھی سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ مغرب میں انسان خود اپنا قانون ساز ہے اور اپنی زندگی کا لائحہ عمل طے کرتا ہے۔ لباس اور کھانا کیسا ہے، اچھا اور برا کیا ہے، اور فیشن نامی رجحان پر مبنی مسائل کی وضاحت فراہم کرتا ہے۔ مغربی طرز زندگی، بظاہر، ایک فرد کی روایات اور اصولوں کی پابندیوں سے مکمل آزادی ہے جو ایک لمبی زنجیر کے ذریعے ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی رہی ہیں۔ مذاہب کا اثر لوگوں میں صرف ناموں تک رہ گیا ہے باقی سب رسومات و عبادات اخلاقیات و معاشرت اسی تہذیب و افکار مغرب کی نذر ہو کر تباہ و برباد ہو گئے ہیں، ہمارے معاشرہ کا سرمایہ دار طبقہ مغربی افکار اور تہذیب و ثقافت کا شکار ہے، ہمارا موجودہ تعلیمی نظام بھی اسی طبقہ کے ہاتھ میں ہے جس کی وجہ سے کالجوں اور یونیورسٹیوں سے نکلنے والے طلباء کی اکثریت مغربی تہذیب و ثقافت کی دلدادہ بن رہی ہے، یہ سلسلہ مسلسل تیزی کے ساتھ جاری ہے اگر اس ارتداد کی طرف فوراً توجہ نہ دی جائے اور اگر اسے یونہی جاری رہنے دیا جائے تو بہت جلد اکثریت کا اسلام سے جذباتی لگاؤ بھی ختم ہونے لگے گا۔ جو افکار اہل مغرب کی پیداوار ہے تو کیوں نا اس کا کوئی مثبت راہ حل نکالا جائے؟ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

"نہ دھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلی میں

کہ پایا میں نے استغنائیں معراجِ مسلمانی" (3)

اس نوع کی بے نیازی عہدِ حاضر کی جو تہذیب ہے اس کی مصنوعی چکاچوند میں ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکنات میں سے ہے کہ اس تہذیب نے حرص و ہوس کی ایسی لالچ انسان پر مسلط کر دی ہیں جس سے چھٹکارا اسی صورت میں مل سکتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات پر عمل کرے۔ انہی تعلیمات کے ذریعے مسلمان عروج و ارتقاء کی منازل طے کرنے کے اہل بن سکتے ہیں۔

رسالت مابِ ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ

"اعمالِ صالحہ میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کے مانند ہوں گے اور ان فتنوں کا اثر یہ ہو گا کہ آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مومن ہو گا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا، نیز اپنے دین و مذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ ڈالے گا"۔ (4)

تو پھر کیوں نایبِ راستہ نکالا جائے کہ جس کے ذریعے ایمان بھی محفوظ رہے اور ہماری دورِ حاضر کی ضروریات بھی پوری ہو سکیں جس کے لیے افکارِ مغرب سے عملی استفادہ کی جہات وامکانات کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے تاکہ اس مشہور مثل کے مصداق "سانپ بھی مر جائے اور لالٹھی بھی ناٹوٹے" ہم افکارِ مغرب کی مثبت جہات کی جانب رخ کر سکیں۔ جس کے لیے لازم ہے کہ اپنے عنوان کو واضح طور سمجھ سکیں۔

افکارِ مغرب معنی

سب سے پہلے معنی سمجھتے ہیں یہ دو لفظوں کا مجموعہ ہے افکار اور مغرب۔

افکار کے معنی: فکریں، اندیشے، انتشارات، دل و دماغ کی الجھنیں، مشاغل، فرائض، کام تہذیب، ثقافت (5)

خیالات، نظریات (جو غور و فکر کے نتیجے میں مرتب ہوں) خیالات یا نظریات کے نتائج جو اشعار وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہوں، اشعار (6)

مغرب - سمت: چہار سمتوں میں سے ایک سمت

یورپ: یورپ اور یورپی ممالک کے لیے بھی مغرب کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ (7)

عملی استفادہ

عملی استفادہ کے معنی: کام، فعل، کسی امر کی حسب ضابطہ انجام دہی یا بجا آوری، کارروائی، کسی کام کے آغاز سے انجام تک کا سلسلہ، مراحل کار، کسی بات یا کام کا بجالانا، تعمیل حصول منفعت، بہرہ وری، فائدہ اٹھانا، نفع پانا، فائدہ، نفع، مفاد⁽⁸⁾

جہات و امکانات

جہات کے معنی: جہت کی جمع / سمتیں / طرفیں⁽⁹⁾

جہات کے مترادف: وجہ، سبب، دلیل، جانب، باعث، ممکن ہونے کی صورت حال، ہو سکتا، مجال، مقدور، طاقت امکانات کے معنی: ممکن اختیار، قابو و وجود کی وہ حالت جو عارضی ہو اور جس میں کسی شے کا ہونا نہ ہونا دونوں یکساں ہوں، وجوب کی ضد، (مجازاً) عالم فنا⁽¹⁰⁾

مغربی افکار و تہذیب کا تعارف

افکار مغرب کے بارے میں جاننے کے لیے سب سے پہلے یہ جاننا ہو گا کہ افکار مغرب آخر ہیں کیا اور ان کا آغاز کہاں سے ہوا جو ہمارے لیے اس قدر مضر ہیں؟ مغربی تہذیب کسی خاص مذہب کا نام نہیں ہے جو الہامی یا خدائی تعلیمات پر عمل کرنے کا مدعی ہو بلکہ تہذیب مغرب یا مغربی افکار و فلسفہ ایک ایسی سوچ و فکر کا نام ہے جو ہر کسی کو اپنے اپنے مذہب پر ذاتی و انفرادی زندگی میں عمل کرنے کی اجازت ضرور دیتی ہے؛ لیکن خاص طرز فکر عقائد اور وحی پر مبنی تعلیمات کو قبول نہیں کرتی، اس لیے کہ مغربی نقطہ نظر میں سب سے اہم چیز خود انسان ہے دنیا میں عیش و عشرت، فرحت و لذت اس کا حق ہے، اپنے عمل کا کسی دوسرے کے سامنے جواب دہ نہیں، تو وہیں مادیت، زر پرستی اور مال و منال سے بے انتہا محبت اس کا بنیادی وصف ہے۔

مغربی افکار و تہذیب کی بنیاد

اہل مغرب کی تہذیب و ثقافت کا دار و مدار تین چیزوں پر ہے: اول آزادی، دوم مساوات، سوم ترقی "اگر ان تینوں چیزوں میں اضافہ ہو رہا ہو تو اس کو فروغ دیا جاتا ہے؛ بلکہ اس پر زور دیا جاتا ہے اور اگر کوئی فرد یا گروہ کسی رکاوٹ کے ذریعے اس راہ میں حائل ہو جائے تو اس کو قانوناً یا جبراً ختم کر دیا جاتا ہے اور ان ہی تین اشیاء کو مد نظر رکھ کر اہل مغرب نے ایک عالمگیر قانون "انسانی حقوق کا عالمی منشور" کے نام سے مرتب کر کے ہر ملک کو اس کا پابند بنایا ہے جس کی پاس داری تمام ممالک کے ذمہ ضروری ہے۔"⁽¹¹⁾

ایسے ماحول میں جہاں ہر چیز انسانی فطرت کے خلاف صف آرا تھی، اچانک اس دور کے انسان کی نجات کی خواہش کی آواز بلند ہوئی اور غیر فعال انسانی فطرت نے ایک بار پھر اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے فکری اور سماجی نظام

کی اصلاح کا مطالبہ کیا۔ کیونکہ اس حاکمانہ ماحول نے اپنے مضبوط مادیت پسندانہ رجحان کے ساتھ اصل انسانی خواہشات کا راستہ روک دیا تھا اور انسان کی فطری خواہشات کی تسکین کے لیے یہ جہت بہت اطمینان بخش تھی۔ لذت کی اصلیت اور فائدے کی اصلیت کو مغرب کے لوگوں کی زندگی میں دو بنیادی اصولوں کے طور پر بیان کیا گیا ہے جن کی بنیاد ہیومنزم فلسفہ کے تصورات پر ہے مغرب کی سوچ کی بنیاد ہیومنزم، مادیت پرستی، سیکولر ازم، عقلیت پسندی، انفرادیت اور عالمگیریت ہے۔ مغربی طرز زندگی انسان کی زندگی میں روایت سے نفرت، مذہب سے نفرت اور روحانیت جیسی علامات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اور اسے فوری لذتوں سے مستفید ہونے کی طرف لے جاتا ہے۔

مغرب میں فکری ترقی

۱۹ویں صدی میں مغربی دنیا میں فکری اور سیاسی پیش رفت کے نتیجے میں جن کی جڑیں اکثر سترہویں اور اٹھارویں صدیوں کی ترقیوں میں شامل تھیں فکری بنیادی ڈھانچے میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں، ڈارون کے نظریے کا پھیلاؤ، یورپی نوآبادیاتی فتوحات کا پھیلاؤ، علم بشریات اور آثار قدیمہ میں پیشرفت، لسانیات اور مذہب کی ابتدا کے بارے میں نئے خیالات کا ظہور ان میں سے ہر ایک نے مغرب کے فکری عمل پر بہت زیادہ اثر ڈالا اور ان میں سے ہر ایک نے ایک خاص نقطہ پیدا کیا۔ مذہبی مسائل پر نظر اس صدی میں مغربی نوآبادیاتی فتوحات کی توسیع نے مشرقی اور افریقی زبانوں اور مذاہب سے زیادہ واقفیت پیدا کی اور ان ثقافتوں کو سیکھنے کے لیے مغربی یونیورسٹیوں میں ایک وسیع پروگرام نافذ کیا گیا۔ مغربی انسان کو مختلف طرز عمل اور فکر کا سامنا تھا۔ مغربیوں نے تقابلی مطالعہ اور مذاہب کے بارے میں عام علم اور مذاہب کے بہت سے مشترکہ پہلوؤں کے ساتھ "تقابل الہیات" کی بنیاد رکھی۔

تفاوت در افکار مغرب و اسلام

بلاشبہ کسی بھی معاشرے کے وجود میں جو اعلیٰ ترین عنصر بنیادی طور پر شامل ہوتا ہے وہ اس معاشرے کے افکار و ثقافت ہیں۔ بنیادی طور پر ہر معاشرے کی ثقافت اس معاشرے کی شناخت بناتی ہے اور ثقافت کے انحراف سے معاشرہ مضبوط اور طاقتور ہونے کے باوجود خالی و اجاڑ ہو جاتا ہے۔ طرز زندگی اور ثقافت کے تصور سے مراد خاندان، شادی، رہائش کی قسم، لباس کی قسم، کھپت کے انداز، تفریح اور فرصت کے وقت، کاروبار، مختلف ماحول میں انفرادی اور سماجی رویے دوسرے لفظوں میں، تمام مسائل سے مراد ہے یہ سب انسانی زندگی کو تشکیل دیتے ہیں، مغربی ثقافت کا اسلامی ثقافت سے بڑا فرق ہے، جو بنیادی طور پر انسانی فطرت کی تعریف سے متعلق ہے۔ مغربی ثقافت کے مطابق انسان ایک ایسی ہستی ہے جس کی روحانیت اس کی زندگی کا بنیادی ڈھانچہ ہے، ٹیکنالوجی کے دور میں انسان ترقی کی اس سطح پر پہنچ گیا ہے کہ اسے اب کسی الہی اور آسمانی اصل سے بات چیت

کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ مغربی ثقافت میں پروان چڑھنے والے اس غلط تصور نے انسان کی مرکزیت کو خدا کی مرکزیت سے بدل دیا اور تمام الہامی اور آسمانی اقدار کو باطل کر دیا جو کہ افکار اسلامی کی بنیاد ہیں اور سب سے بڑا تفاوت ہی یہ ہے۔ افکار اسلام کے عناصر میں اخوت، مساوات، جمہوریت، آزادی، انصاف پسندی، علم دوستی، احترام انسانی، شائستگی، روحانی بلندی اور اخلاقی پاکیزگی شامل ہیں اور ان کی بنیاد پر یقیناً ایک صحت مند اور متوازن معاشرہ کا خواب دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ صالح عناصر ظاہر ہے کہ موجودہ مغربی تہذیب میں موجود نہیں اس لیے شاعر مشرق علامہ اقبال اس کی مخالفت زیادہ اور تعریف کم کرتے ہیں۔ اسلامی طرز زندگی کے برعکس مغربی طرز زندگی کی علامات و افکار بہت مختلف ہیں زندگی کی ثقافت ہماری زندگی کی تشریح سے متاثر ہوتی ہے اور ہر مقصد جو ہم زندگی کے لیے طے کرتے ہیں وہ ایک خاص انداز فکر لاتا ہے مغربی ثقافت کا خول ظاہری ترقی ہے لیکن اس طرز زندگی کا اندرونی حصہ مادہ پرست، ہوس پرست، گناہ پر مبنی اور روحانیت کے خلاف ہے خوشنودی کی اصلیت اور فائدے کی اصلیت کے اصول کو مغرب کے لوگوں کی زندگی کے دو بنیادی اصولوں کے طور پر بیان کیا گیا ہے جن کی بنیاد ہیومنزم فلسفہ کے تصورات پر ہے اس کام میں ہم نے مغربی طرز زندگی کی علامتوں سے نمٹنے کی اپنی بہترین صلاحیت کی کوشش کرنی ہے۔ ترقی اور ارتقاء آج کی دنیا میں دو مترادف تصورات ہیں لیکن اسلام کے نقطہ نظر سے ایسا نہیں ہے آج کی مغربی سوچ اور مغربیت کے نتیجے میں پوری دنیا میں پھیلنے والی سوچ میں انسانی ترقی کو بنیادی طور پر معاشی ترقی سمجھا جاتا ہے جب کہ اسلام میں انسانی ترقی عبادت الہی کے مرتبہ تک پہنچنے میں ہے راقم الحروف کے نقطہ نظر سے کامل انسان "عبد اللہ" ہے اور یہ بات واضح ہے کہ بندگی کے مقام تک پہنچنے کے لیے روزی کی ترقی کا ساتھ دینا ضروری نہیں ہے البتہ دوسری طرف یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ خدا کی عبادت اور معاشی ترقی ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور ساتھ نہیں چلتے قرآن کریم کے مبارک قصوں اور اللہ کے اولیاء کی زندگیوں میں دونوں مثالیں موجود ہیں جو دونوں کا مجموعہ تھیں دینی طریقہ سے معاشرے کی رہنمائی میں روحانیت، اخلاقی، صحت و تندرستی اور معاشرے سے بد عنوانی کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ معاشی مسائل بھی شامل ہیں اور اسلام نے انسان کے تمام مادی اور غیر مادی امور کو حل کیا ہے اسلامی نقطہ نظر میں خدا نے مذہب کو انسانی ادارے میں رکھا ہے اور انسان فطری طور پر مذہب کی طرف خواہش اور میلان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کی ایک آیت میں فرماتا ہے کہ:

﴿فَاقِم وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَلِكَ الدِّينُ الْقِيمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (12)

"پس (اے نبی) یکسو ہو کر اپنا رخ دین (خدا)، کی طرف مرکوز رکھیں اللہ کی اس فطرت کی طرف جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بناوٹ میں رد و بدل نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔" (۱۳)

افکارِ مغرب سے عملی استفادہ کی جہات و امکانات

دنیا جس حساب و رفتار سے ترقی کر رہی ہے اس کا ہم سفر بننے کے لیے یا تو اسی سواری میں سوار ہونا پڑے گا جس میں وہ سوار ہے یا پھر اس جیسی نہیں تو اس سے بھی بڑھ کر تیز رفتار سواری کا انتخاب کرنا لازمی ہے بصورت دیگر پیادہ کہیں پیچھے پسماندہ ہی رہ جائے گا۔ افکارِ مغرب سے عملی استفادہ کی جہات و امکانات کا بھی یہی فارمولا ہے اور مغرب کی فکری ترقی نے اسلامی مجموعوں پر ایسا اثر ڈالا ہے کہ اس نے مذہب کے حامی مفکرین سے لے کر مذہب مخالف علماء تک سب کو سوچنے اور تحقیق کرنے پر مجبور کر دیا ہے صرف مادی حوالے سے دین کے دائرے میں رہتے ہوئے عملی استفادہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مغربی دنیا کو عام طور پر "جدید اور ترقی پسند دنیا" کہا جاتا ہے اور اس لفظ کا اطلاق جدید ترین اور ترقی پسند مغربی ممالک پر سو سال یا اس سے زیادہ کی تاریخ سے ہے۔ ہمارے ملک میں زمانہ قدیم سے ہی مغربی اقوام کو اعلیٰ قومیں کہا جاتا رہا ہے اور "رقیہ" "راقی" کی جڑ سے مونث اسم ہے اور "راقی" کے معنی عروج و بلندی کے ہیں۔ "ترقی یافتہ قومیں" ایک ایسا ترجمہ ہے جس نے آہستہ آہستہ لفظ "ترقی یافتہ اقوام" کی جگہ لے لی ہے اور لفظ "ترقی" کا تعلق ارتقاء اور فضیلت کے معنی سے ہے اس بات میں کوئی دو رائے یا انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ افکارِ مغرب سراسر اسلامی تعلیمات کے ناصر و متضاد ہے بلکہ بالکل ہی خلاف ہے مگر چند ایک باتیں ایسی ہیں جو تعلیمات اسلامی سے متضاد نہیں یا پھر ایسے عمل ہیں جس کو اپنانے سے کوئی گناہ نہیں ہیں افکارِ مغرب سے عملی استفادہ کی جہات و امکانات پر قلم کاری کرنے سے قبل اس بات کا تجزیہ کرتے ہیں کہ آخر اسلامی دنیا میں مغربی دنیا کے افکار کے اثرات کی وجوہات کیا ہیں؟

افکارِ مغرب کے اثرات کی وجوہات

مادہ پرستی

مغربی تہذیب نے انسان کو حیوان سے زیادہ کبھی تسلیم نہیں کیا ہے۔ مغربی تہذیب کے مطابق علم سیاسیات میں انسان ایک سیاسی حیوان ہے، علم معاشیات میں ایک معاشی حیوان ہے، علم نفسیات میں انسان مخصوص جبلتوں کے مجموعہ کا نام ہے، علم حیاتیات میں انسان محض ایک حیاتی وجود ہے، اس تہذیب نے انسان کو مادیت سے آگے پہنچایا ہی نہیں اسی نقطہ نظر کی خرابی نے پوری انسانیت کو مادیت پرستی کی آگ میں جھونک دیا ہے اور لوگ یہ سب جاننے کے باوجود کہ ان کی حیثیت جانور کی ہے پھر بھی مادہ پرستی پر ڈٹے رہتے ہیں۔

موجودہ صورتحال پر عدم اطمینان

صدیوں کے دوران اسلامی معاشروں کے ظالم حکمرانوں نے موجودہ حالات سے عمومی عدم اطمینان اور تبدیلی کے رجحان کی بنیادیں فراہم کی ہیں، جس کی وجہ سے اسلامی معاشروں میں ہمیشہ نئے نظریات بشمول نئے مغربی نظریات کو قبول کیا جاتا رہا ہے۔

تبلیغ کی کمزوری

حالیہ صدیوں میں اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کا چھوٹا دائرہ اسلام اور اسلامی معاشروں کے درمیان منقطع ہونے کا سبب بنا ہے۔ اس عنصر کی وجہ سے ایک قسم کی بے شناختی اور اس کے نتیجے میں کسی بھی قسم کی سوچ کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ موجودہ دنیا میں دنیا کی نئی حالت پر توجہ نہ دینا، نئے مسائل اور مشکلات پر توجہ نہ دینا کسی نظریہ یا تعلیمات اور نظریات کے مجموعے کے پھیلاؤ کے ستونوں میں سے ایک ہے۔ جہاں اسلام کے حامی مفکرین کی جانب سے اس مسئلے پر خاطر خواہ توجہ نہ دینا ذہنوں کو اسلامی تعلیمات سے دور کرنے کا سبب بنتا ہے وہیں اس سے کسی بھی قسم کی سوچ کی دراندازی کا راستہ کھل جاتا ہے جو عملی مسائل کو ہر ممکن طریقے سے حل کرتی ہے۔

بیرونی آلات

مغرب میں تفریق کا راستہ اور دیگر معاشروں میں اس کا اثر و رسوخ۔

مغرب کی نوآبادیاتی فتوحات کی توسیع۔

مغرب کی صنعتی اور تجارتی طاقت کی توسیع۔

مغربی دنیا میں سب سے زیادہ جدید اور وسیع پروپیگنڈا ٹولز کا ہونا۔

مندرجہ بالا صورتوں میں مغربی افکار کے اثر و رسوخ کے اہم ترین عوامل کا ذکر کیا گیا لیکن یقیناً اس میدان میں اور بھی عوامل ہیں جن کی نشاندہی کے لیے مزید چھان بین اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ بہت سے عناصر ایسے ہیں جن پر عمل کر کے ہمارے ایمان و مذہب کو کوئی نقصان نہیں ہو تا بلکہ ہماری قوم و ملت کے لیے مستفید ہی ہیں جن میں سے چند ایسی جہات سے استفادہ کے نکات پر غور کرتے ہیں۔

علمی و ٹیکنالوجی استفادہ

افکار مغرب سے عملی استفادہ حاصل کرنے کی جہات و امکانات میں سب سے اہم علمی و ٹیکنالوجی استفادہ ہے جو کسی بھی معاشرے میں روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج علم کو بحیثیت میراث رکھنے والی قوم اس بات میں مصروف ہے کہ سبزی کاٹنے اور پکانے کا شرعی طریقہ کیا ہے اور مغرب جنھوں نے علم کی بنیادیں مسلمانوں سے لیں جو ہر طرح کے

علمی زیور سے آراستہ تھے آج مغربی افکار کے حامل کہاں سے کہاں پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے اور ترقی کی وہ منازل پار کی ہیں جو انسانی دماغ سوچ کر بھی دنگ رہ جاتا ہے ستم ظریفی تو یہ ہے ملحدین ہمیں ہماری عبادت سے وابستہ اشیاء فراہم کر رہے ہیں اور ہم ان سے لینے پر مجبور ہیں کیونکہ وہ اپنے علم اور ٹیکنالوجی سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ اسلامی افکار کے مطابق معاشی ترقی میں انسانی کمال ضروری نہیں ہے اس لیے اگر ہم تعلیم کے ہدف کو انسانی کمال سمجھیں تو موجودہ مغربی تعلیمی نظام نہ صرف ایک موزوں اور مطلوبہ نظام ہے بلکہ یہ تعلیمی نظام معاشی ترقی کے حصول کے لیے موزوں بھی ہے جیسا کہ اگر ہم ترقی کے حصول کے طریقہ کار کو بدلتے ہیں تو تعلیمی نظام کو ایک بار پھر ارتقاء کرنا چاہیے۔ موضوع کا زیادہ درست اندازہ حاصل کرنے کے لیے ہمیں مدارس کے تعلیمی نظام اور اسکولوں اور جامعات کے تعلیمی نظام کا موازنہ کرنا چاہیے۔ افکار مغرب کے پیدا کردہ نئے علوم ایسے علم کا مجموعہ ہیں جو اپنے مناسب طریقہ کار کے ساتھ ساتھ اس طریقہ کار کے لیے موزوں آلات مہیا کرنے والی ٹیکنالوجی کے ساتھ فطرت کو فتح کرنے اور اسے فتح کرنے کے عمل میں ہیں اور آج مغرب نے ذرہ سے لے کر آفتاب تک پر اپنی علمی قابلیت اور ٹیکنالوجی کی مہریں لگا دی ہیں۔ اگر ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کے حقیقی وقار کی تلاش میں ہیں تو ہمیں اس پر مطمئن رہنا چاہیے اور سائنس اور ٹیکنالوجی کو الہی درجہ نہیں دینا چاہیے جیسا کہ سائنس دان اور مثبتیت پسند ماننے ہیں، نہ ہی اس کی اہمیت سے انکار کریں، بلکہ جان لیں کہ ان علوم کی اصل حیثیت کیا ہے۔ یہ کیا ہے اور ہمیں ان کا صحیح استعمال کرنا چاہئے جہاں ہمیں ضرورت پڑے اس سے اسلام کیا کوئی مذہب بھی بلا جھج استفادہ حاصل کر سکے۔ اگر ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام لوگوں کے مذہبی اور ثقافتی پہلوؤں سے نمٹتا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی کارکردگی کو ظاہر کریں اور ثابت کریں۔ مثال کے طور پر والدین اپنے بچوں کو مناسب تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسکول بھیجیں اگر وہ دیکھتے ہیں کہ نظام درست نہیں ہے یا موثر نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے علوم آلودہ ہیں، ہماری جامعات آلودہ ہیں۔ اس آلودگی میں ہمیں طریقہ اور استاد کو درست کرنا ہو گا اور علم کی وہ شمعیں جلانی ہوگی کے جس کی روشنی میں کوئی افکار روکاؤٹ ناہیں۔ اسلامی عالمی نظریہ میں تمام علوم مذہب اور مذہبی بنیادوں سے نکلتے ہیں اور انسانی علوم کیونکہ وہ انسانوں اور انسانی تعلیم کو متاثر کرتے ہیں یہ کہنا کہ ہمارے پاس اسلامی اور غیر اسلامی علوم ہیں اس سے کہیں زیادہ قابل دفاع ہے کہ ہمارے پاس جامع علوم ہیں۔ اگرچہ ایک ہی قاعدہ ہے کیونکہ ہر چیز خدا کی طرف سے ہے لیکن انسانی علوم میں یہ معاملہ پوری طرح واضح ہے فطری بات ہے کہ ہمیں مغربی علوم کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور یہ وہ وقت ہے جب ہم ایک نظریاتی قفل یعنی وہ مسئلہ جو اب ہمیں پریشان کر رہا ہے سے باہر نکل سکیں گے کیوں کہ معاشرے میں ہمارا مسئلہ ایک علمی مسئلہ

ہے۔ مغربی بنی نوع انسان نے حالیہ صدیوں میں سائنس اور مذہب کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کی سمت میں جو راستہ اختیار کیا ہے اس نے سائنس کی بنیادوں اور تصورات میں بنیادی تبدیلی کی ہے اس کے عام فہم میں اس حد تک کہ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کیا ہے۔ جیومیٹری سے آج ہماری مراد ہے، ساخت، طب اور سیاست اور دیگر علوم وہی ہیں جو ماضی میں مقصود تھے آج ہم نے میٹریکل سائنس کے میدان میں جو کچھ کیا وہ تمام دیگر علوم، حتیٰ کہ ریاضی اور جیومیٹری کے لیے بھی درست ہے یہ تمام علوم ماضی میں دوسری بنیادوں پر استوار رہے ہیں اور ان کے اور انسان کے مذہبی اور فلسفیانہ عقائد کے درمیان مکمل تعلق رہا ہے اب یہ تعلق منقطع ہو چکا ہے اور یہ منقطع علوم کی تخصیص کی وجہ سے نہیں بلکہ سائنس اور مذہب کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کی وجہ سے ہے علوم کی تخصیص اسی علیحدگی کا نتیجہ ہے اور یقیناً یہ بات واضح ہے کہ اگر یہ ضرورت سے زیادہ تخصیص نہ ہوتا تو انسانیت کبھی بھی آج کی ٹیکنالوجی حاصل نہ کر پاتی۔ مغربی تعلیمات کی تفہیم میں یہ لغزش اور غلط فہمی مذہب اسلام سمیت تمام انسانی علوم میں جامع تحقیق و تفتیش کے فقدان سے پیدا ہوتی ہے اس لیے لازمی امر ہے ایسے موضوعات پر تحقیقی عمل جاری رکھا جائے اور اس کو سمجھنے اور اپنانے میں کوئی رکاوٹ نا آئے تاکہ ہر ایک فرد علمی و ٹیکنالوجی ترقی سے مستفید ہو سکے۔

نظام تعلیم

نظام تعلیم کسی بھی معاشرے کی بنیاد ہوتا ہے اور اگر بنیاد ہی کمزور ہو تو ایک معاشرہ کیسے ترقی کر سکتا ہے تعلیمی نظام کے خواب کا مطلب قوم کو جگہ دینا ہے یعنی پتھر کی ثقافت میں دراڑیں ڈالنے کی مسلسل کوشش ہے۔ مغربی نظام تعلیم کی ظاہری شکل بہت سادہ ہے لیکن اس کے اندر ایک مضبوط قلعہ ہے کیونکہ یہ جدید علم سے آراستہ ہے مغربی تعلیمی نظام استاد کو طالب علم کی ناکامی کا سبب سمجھتے ہیں اور وہ اسے اس وقت تک سکھانے کی کوشش کرتے ہیں جب تک کہ وہ معقول طریقے سے سیکھ نہ لے اور ہمارے پاس ناکامی کو ختم کرنے کے لیے ایک دوستانہ درجہ بندی کا نظام ہے جو اسے کوشش کرنے کے لیے حوصلہ افزائی اور رہنمائی کرنے کے بجائے آسانی سے پائنگ گریڈ حاصل کر لیتا ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ آج کل ہمارے معاشرے میں ایسا کلچر زور پکڑ چکا ہے اور کچھ لوگ موبائل فون سے ایک منٹ سے بھی کم وقت میں خطیر رقم منتقل کر دیتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے بغیر میرٹ کے قبضہ یقیناً ہماری بد قسمتی کا ایک اور رنگ ہے کیونکہ ہمارے ملک میں اسکولوں کی ایک قسم دیر سے سیکھنے والوں کے لیے غیر معمولی اسکول ہیں جو کہ سرمایہ اور وقت کا مکمل ضیاع ہے اس کا مطلب ہے بنجر زمین پر کاشتکاری اور کام کرنا اس میں دیر سے سیکھنے والے کا قصور نہیں ہمارا طریقہ غلط ہے۔

ہماری نصابی کتابیں بھاری ہیں اور کتابوں کے صفحات اور ابواب کے تصورات کے مواد کے درمیان کوئی منطقی تعلق نہیں ہے یا اس کے مندرجات معاشرے کی حقیقتوں سے متصادم ہیں ایک کتاب جسے اساتذہ نے کئی سالوں سے حفظ کر رکھا ہے کتاب چھاپنے کی بھاری قیمت ایک تکلیف ہے اور اسے لکھنے کا خرچ دوسرا درد! کیا ہم واقعی ہر سال ان تمام نصابی کتابوں کو چھاپنے کے لیے جنگل کے لاکھوں درختوں کو کاٹتے ہیں یا قتل کر دیتے ہیں؟ اگر تعلیمی مواد میں ۱۰ سے ۲۰ سال پہلے چھپی ہوئی کتابیں پڑھانے کی بجائے جدید علم کا راج ہو تو یقیناً طالب علم اسے سیکھے گا۔ یہ تعلیمی نظام کا ترجیحی انتخاب ہے۔ نصابی کتب کو ختم کرنا، جدید علم سکھانے کے لیے ٹیبلٹ، لیپ ٹاپ اور موبائل فون کا استعمال مغربی نظام تعلیم کے کاموں میں سے ایک ہے اور ہم ٹیکنالوجی ٹولز کے ذہین کنٹرول میں اپنی کمزوری کو چھپانے کے لیے ان کا استعمال اور اسکول میں لانے کو ناقابل معافی جرم قرار دیتے ہیں وہ ٹیکنالوجی کے استعمال کو کنٹرول کرتے ہیں محدود نہیں لیکن ہم طلباء کی زندگیوں سے ٹیکنالوجی کو مکمل طور پر ہٹا دیتے ہیں ہم ٹیکنالوجی کے مثبت استعمال کے طریقوں کو اس کے منفی پہلوؤں پر قربان کر دیتے ہیں ہم نے طلباء کی زندگیوں سے فن کو مجموعی طور پر ہٹا دیا ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ وقت کا ضیاع ہے اور کھیلوں کا کردار دن بہ دن کم ہوتا جا رہا ہے۔ ہمارے معاشرے میں روایتی سوچ اور ہٹ دھرمی کسی بھی نئی چیز کو ممنوع قرار دے کر جاری رہتی ہے مغربی بچے اور نو عمر ذاتی طور پر بھی غلطیاں نہیں کرتے کیونکہ وہ انہیں صحیح طریقے سے استعمال کرنا سیکھتے ہیں طالب علم کی تعلیمی حیثیت کا اس کی ذاتی خصوصیات کی بنیاد پر خیال رکھا جاتا ہے اور سمسٹر کے اختتام کے امتحانات بے معنی ہوتے ہیں کیونکہ تمام طلبہ کو ایک ہی معیار کے مطابق نہیں مایا جاتا ہے۔ ایک طالب علم جو محنت سے پڑھتا ہے مگر کمزور ہے اسے چھوٹی کلاسوں میں رکھا جاتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس کی تعلیمی حیثیت کی پیروی کرنے کے لیے تفویض کیا جاتا ہے تاکہ اس کے سیکھنے میں کمی کی وجوہات معلوم کی جاسکیں۔ ہماری طرح تمام طلباء کو ایک ہی امتحان سے نہیں مایا جاتا ہے تاکہ گیلے اور خشک ایک ساتھ جل جائیں ان پڑھ ہمیشہ کے لیے نہیں سیکھے گا اور سیکھے ہوئے کو اس کے صحیح مقام پر نہیں دیکھا جائے گا۔ ہوم ورک کلاس میں کیا جاتا ہے اور اگر اضافی ہو اور وقت کافی نہ ہو تو انہیں آدھے گھنٹے کے اندر گھر پر سرگرمی ختم کرنے کی اجازت ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ گھر میں ہوم ورک کرنے سے وہ بے حد تھک جاتے ہیں اور ہم ایلیمینٹری طلباء کو اتنا ہوم ورک دیتے ہیں تاکہ اس کے اندر ناپسندیدگی کا راج ہو اور وہ تھک کر ہر چیز سے نفرت کرے۔ پڑھنا سیکھنے اور اس کی عادت ڈالنے کے لیے ضروری ہے طالب علم کی عمر کے مطابق اسے ہر روز کچھ گھنٹے مطالعہ کرنے کو کہا جاتا ہے۔ بچوں کے ذریعہ پڑھی جانے والی کتابیں والدین کے ذریعہ درج کی جاتی ہیں اور ایک ماہ کے اندر استاد کو رپورٹ کی جاتی ہیں۔ وہ اس سے مطالعہ کی گئی کتاب سے اپنا نتیجہ لکھنے کو کہتے ہیں۔ لیکن

بڑے طلباء سے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ناول پڑھیں اور کلاس میں گروپس میں اس پر بحث کریں۔ پرائمری اسکول کے بچوں کو گرمیوں کی چھٹیوں میں مہینے میں ۲۰ کتابیں اور ۱۰۰ مختصر کتابیں پڑھنی ہوتی ہیں۔ اور ہمارے طلباء بہت فنکار ہیں، وہ طوطوں کی طرح بیٹھ کر اعلیٰ درجات لینے یا پاس ہونے یا پھر داخلہ امتحان میں حصہ لینے کے لیے نصابی کتابیں پڑھتے ہیں۔ ہمارے اسکول کی لائبریریاں مقفل ہیں، کچھ لوگوں کے پاس کتابیں خریدنے کے لیے پیسے نہیں ہیں، اور کچھ لوگوں کے پاس اپنے روزمرہ کے نظام الاوقات میں کتابیں پڑھنے کے علاوہ دوسری ترجیحات ہیں، اور پبلک لائبریریاں ایسی جگہیں نہیں ہیں جنہیں بچے اور نوجوان آسانی سے استعمال کر سکیں۔ یہاں تک کہ جب میں ایک طالب علم تھی مجھے یاد ہے کہ اسکول میں غیر نصابی کتابیں پڑھنا اور گھر میں بھی اگر آپ اپنا سبق پڑھتے نہیں تو اسے جرم سمجھا جاتا تھا۔ امریکہ دنیا کا واحد ملک ہے جو ذہنی طور پر پسماندہ یعنی غیر معمولی طلباء کو عام طلباء کے ساتھ ملانے پر یقین رکھتا ہے ساتھی انسانوں کے ساتھ رہنے کا موقع دینا۔ مغربی اساتذہ کو ہر تین ماہ میں ایک بار تربیتی کلاسز دی جاتی ہیں جن میں وہ جدید ترین تکنیکی ترقی سیکھیں۔ اس کے علاوہ، تعلیمی سال کے آغاز سے دو ہفتے پہلے وہ دنیا کی ترقی کے مطابق جدید ترین تدریسی طریقے سیکھنے کے لیے تربیتی کورسز میں جاتے ہیں۔ مغربی اساتذہ علم میں اضافہ کرنے والی کلاسوں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ اپنے طلباء سے پیچھے نہ رہنے کی کوشش کرتے البتہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بچے اور نوجوان استاد سے برتر ہیں۔ ہم میں سے بہت سے اساتذہ کلاس روم میں گروپ ورک کرنے سے ڈرتے ہیں اور ایسا کرنے سے گریز کرتے ہیں اور اسے وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ طلباء کی گروپ بندی کی صورت میں پڑھانے اور یہاں تک کہ جانچ کے دوران دونوں ہی استاد کی محنت کو کم کر دیتے ہیں اور کام کے معیار کو کئی گنا بڑھا دیتے ہیں۔ روایتی بورڈز کے بجائے سمارٹ بورڈ کا استعمال، ان کے تحریری بورڈز نہ تو سبز ہیں، نہ سیاہ، اور نہ ہی سفید (وائٹ بورڈ)، لیکن وہ ایک سمارٹ ٹچ بورڈ استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں افسوس ان چند اساتذہ پر جو کمرہ جماعت سے پڑھاتے ہیں کہ طالب علم اسی استاد سے پرائیویٹ سبق لینے پر مجبور ہے۔

مادی ترقی

عصر حاضر میں مادی ترقی کے سلسلے میں افکار مغرب سے استفادہ حاصل کرنے کی جہات و امکانات پر غور کرنا لازم ہے کیونکہ یہ دور مادہ پرستی کا دور ہے مغربی تہذیب کامیابی صرف مادی ترقی کو مانتی ہے، جس نے دنیا میں جتنی زیادہ مادی ترقی کی وہی کامیاب ترین انسان ہے، اور یہ تصور اس قدر عام ہو چکا ہے کہ آج عوام تو کجا خواص بھی مالدار اور دنیوی ترقی کو کامیابی سمجھ بیٹھے ہیں۔ جبکہ مرتضیٰ مطہری کا یہ کہنا ہے کہ

"انسان کو فطرتاً مادیت پسند رجحانات نہیں ملنا چاہیے مادیت فطرت کے خلاف رجحان ہے۔ انسانی فطرت اور چونکہ یہ اصول کے خلاف ہے اس لیے اس کی وجہ تلاش کرنی چاہیے اور اس وجہ کو تلاش کرنا چاہیے جس نے اسے اصول و ضوابط کے خلاف پیدا کیا ہے۔" (۱۴)

اب اگر اس بات کا دقیق جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے انسانی فطرت و جبلت میں تو مادہ پرستی ہے ہی نہیں کیوں کہ وہ تو پتھروں اور جنگلات میں بھی آج تک رہ رہا ہے مادہ پرستی تو دنیاوی نمود و نمائش کے باعث رائج ہوتی جا رہی ہے تو ہمیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس مادہ پرستی کے نشے میں تو دراصل مشرق ڈوبا ہے ناکہ مغرب۔ اگر آپ جائزہ لیں تو اندازہ ہو گا کہ مغربی افکار کے زیر اثر شخص جتنا مالدار، بڑے عہدے پر یا پھر بڑے منصب پر ہوتا ہے اتنا ہی اس میں انکساری آتی جاتی ہے ناکہ فرعونیت اور اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ۔ ہم بے دریغ ہو کر مغربی افکار کو مادہ پرستی کے بانی قرار دے دیتے ہیں جبکہ مادہ پرستی تو بائبل و قانبل کے ساتھ ہی متولد ہو گئی تھی اس دنیا میں اور جہاں تک اسلام کی بات ہے تو ابتداءً اسلام سے ہی مادہ پرستی کے باعث رسول اکرم ﷺ کے گرد منافقین کا ایک گروہ ہمہ وقت رہتا تھا تو ثابت ہوا یہ کہنایا مغرب کو مورد الزام ٹھہرانا درست نہیں کے مادہ پرستی ان کی ایجاد ہے یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے کہ اسے ضروریات زندگی مکمل اور اچھے انداز سے ملیں۔ تو اگر عصر حاضر میں کوئی شخص مادہ پرستی کی جانب راغب بھی ہوتا ہے تو پھر اس کو ان اصولوں اور شرائط پر بھی عمل کرنا ہو گا جو ایک کامیاب انسان کی علامت ہیں مال و دولت کے علاوہ یعنی انکساری اور اپنے پروردگار کی بندگی کیوں کہ خود پروردگار عالم نے اپنے کلام بلاغت میں استفسار کیا ہے کہ جو نعمات اس نے انسان کو دی ہیں تو کس نے انہیں حرام کر دیا اسی طرح دنیا سے اپنا حصہ لینے کی یادگیری بھی کروائی ہے یعنی ایک مقررہ حد تک طلب دنیا مادہ پرستی نہیں ہے۔ اس کی دلیل کے طور پر چند آیات حاضر ہیں۔

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ﴾ (15)

"فرمادیجئے: اللہ کی اس زینت (و آرائش) کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے" (۱۶)

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسَنَ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ﴾ (۱۷)

"اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھولو، اور نیکی کرو، اللہ کی تمہارے لیے کیا اچھی تدبیر ہے" (۱۸)

سیاسی و قانونی

حرام جانور و دیگر حرام اشیاء جیسے سور کھانے والے مغربی ممالک میں خوشحالی اور امن کا راج اس لیے بھی ہے کہ وہ اپنے حرام خوروں کو حاکم بنانے کے بجائے کھا جاتے ہیں۔ مغرب کا سیاسی و قانونی نظام اتنا مضبوط اور طاقتور ہے جس کا مقابلہ تقریباً پوری دنیا ہی نہیں کر پار ہی وہاں قانون کی بالادستی ہے اور قانون سے بڑھ کر کوئی نہیں خواہ وہ صدر ہی کیوں نہ ہو قانون سب کے لیے ایک برابر ہے۔ اسی طرح سیاسی نظام میں ایک موچی کے بیٹے سے لے کر چرواہے تک نے شرکت کرتے ہوئے صدارتی منصب سنبھالا ہے۔ اگر آج ہم ان باتوں سے استفادہ حاصل کریں تو وہ دن دور نہیں کہ ہمارا ملک بھی ترقی یافتہ کی فہرست میں سر فہرست ہو۔

معاشی و سماجی

معیشت اپنے موجودہ معنی کے ساتھ نئے دور کا غیر متنازعہ بادشاہ اور سیاسی، سماجی اور یہاں تک کہ سائنسی، ثقافتی اور فنی پالیسیوں کا تعین کرنے والا محور ہے۔

سماجی عمل کو سماجی علوم میں بنیادی اکائی سمجھا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں عمل انسانی سماجی زندگی کا سب سے بنیادی عام عنصر ان طرز عمل کا مجموعہ ہے جو انسان مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے انجام دیتے ہیں۔ تمام مخلوقات پر انسان کی فضیلت یہ ہے کہ اس کا طرز عمل دوسری مخلوقات سے مختلف ہے۔ دوسرے لفظوں میں انسان اس طرح کام کرتا ہے کہ دوسری مخلوقات میں اس کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ انسانی رویے ہمیشہ سوچ، فکر اور غور و فکر کے ساتھ ہوتے ہیں، اس لیے کہا جاسکتا ہے عمل کا مطلب ہے با معنی اور شعوری رویہ لیکن دوسری طرف انسان کی معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ رابطے اور تعلق پیدا کرنے اور قائم کرنے کی کوششوں کا تعلق سماجی طور پر جینے کی اس کی فطری خواہش سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ رجحان لوگوں کو دوسروں کے ساتھ تعلقات بنانے کی طرف لے جاتا ہے اور معاشروں کی سماجی زندگی کے تسلسل کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ اور عصر حاضر میں بلا مبالغہ سب سے بہترین معاشی و سماجی نظام مغرب کا ہے جس پر عمل کر کے ہم بیروزگاری، مہنگائی، قومی کرنسی کی قدر میں کمی، پیداواری اور تجارتی منڈی کا کمزور ہونا اور اقتصادی بنیادوں کا تباہ ہونا اور اس کے نتیجے میں اخلاقی بنیادوں کا زوال، ذلت و رسوائی جیسی مصیبتوں سے بچ سکتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اگر آپ کرہ ارض کی جنت کا تصور کریں گے تو صفائی ستھرائی، سبزہ، باغات خوبصورتی منظم نظام دیکھنا ہو تو مغرب کی جانب رخ کریں۔

روداداری و مساوات

۱۶ویں اور ۱۷ویں صدی کی مذہبی جنگوں کے نتیجے میں مختلف مذاہب کے عقائد کے درمیان پر امن بقائے باہمی کے امکان کا مسئلہ اٹھایا گیا اور روداداری کے تصور پر زور دیا گیا اور روایتی مذہبی نظریات روداداری کے جذبے سے سخت

متاثر ہوئے اس خیال میں، رواداری کا مطلب یہ تھا کہ مذاہب ایک دوسرے کے اختلافات کو برقرار رکھتے ہوئے پر امن بقائے باہمی کے حامل ہو سکتے ہیں۔ لیکن نئے انسان کی رواداری اس خیال پر مبنی تھی کہ انسانی نوعیت کے مذہبی عقائد اس کے اندر سے پیدا ہوتے ہیں جو کوئی ماورائی چیز نہیں ہیں۔ ان عقائد کے مرکز میں بنیادی وحدت ہے اور عالمی امن کا امکان موجود ہے۔ نئے مغربی طرز زندگی میں رواداری کے حصول کی شرط تمام فرقوں کے لیے مشترکہ مذہبی اصولوں کے بارے میں مذہبی لوگوں کا آزادانہ فیصلہ ہے۔ دین کے بنیادی اصولوں اور کم اہم معاملات میں کوئی فرق نہیں ہے اور اتحاد کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ دین کے جوہر پر توجہ دی جائے مغربی افکار میں جس قدر زور رواداری و مساوات پر دیا جاتا اس سے دس گنا تعلیمات و احکامات اسلام میں موجود ہیں لیکن عمل نادر۔ مغرب میں سختی سے اس پر ناصر خود عمل ہوتا ہے بلکہ ہر فرد واحد سے کرایا جاتا ہے۔

مغربی افکار سے استفادہ اور اقبال

شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ مغربی تہذیب کے مخالف تھے جب کہ تحقیق سے واضح ہوا کہ ایسا نہیں ہے اگر آپ نے تہذیب و افکار مغرب کے لیے ناپسندیدگی کا اظہار بھی کیا ہے تو اس کا پس منظر سیاسی ہے۔ برصغیر میں دو مختلف افکار کے افراد کے گروہ تھے پہلا وہ گروہ جو دقینوسی سوچ کا حامل تھا جنہیں ہر حال میں اپنے رسوم و رواج پر ناز تھا خواہ وہ سیاہ ہوں یا سفید اور ان کو مغربی تہذیب و ثقافت سے اللہ واسطے کا بیر تھا۔ دوسرے گروہ میں مغرب پسند افراد شامل تھے جن میں سے ایک اقبال بھی تھے مگر ان کی پسند کا زاویہ اوروں سے جدا تھا وہ مغرب سے متاثر یا اس کے دلدادہ نہیں تھے بلکہ مغرب کے مثبت و منفی تمام پہلوؤں پر واضح نقطہ نظر رکھتے تھے اقبال کا اگر کوئی اختلاف تھا مغرب سے تو وہ تھی ان کی ناجائز حکمرانی بصورت دیگر آپ نے اپنے اشعار میں افکار مغرب کے مثبت پہلوؤں کی پذیرائی بھی کی ہے۔

۱۔ مغرب کے تعلیمی نظام کی کئی مقامات پر پذیرائی فرمائی اور ذاتی تعلیم کے لیے بھی مغرب کا انتخاب کیا۔

۲۔ اقبال کے مطابق عملی زندگی کے لئے مادی ترقی کی بھی ضرورت ہے اور عقل بھی بڑا قیمتی جوہر ہے ان کا کہنا تھا کہ عقل مادی ترقی کے مابین اخلاقی و روحانی تعلیمات سے روگردانی نہیں کرنی چاہیئے۔

۳۔ یورپی علم و ہنر نے اہل فرنگ کی تمدنی زندگی کو جو ظاہری صفائی اور سلیقہ مدنی عطا کی اسے بھی اقبال قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ انہیں افرنگ کا ہر وہ قریب فردوس کی مانند نظر آتا ہے اور ان کا جی چاہتا ہے کہ ہمارے شہر بھی اسی طرح جنت منظر بن جائیں۔

۴۔ اگرچہ اقبال مشرق و مغرب دونوں کی موجودہ حالت سے مایوس ہیں لیکن اُسے ایک امید ہے کہ مسلمان قوم کے پاس دین اسلام کی شکل میں ایک ایسا لائحہ عمل ہے جس کی مدد سے وہ زندگی کی دوڑ میں مغربی اقوام سے آگے بھی بڑھ سکتے ہیں اور اپنی اصلاح بھی کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جدید مغربی علوم و فنون سے بھی واقف ہوں اور اپنے ورثے سے بھی بیگانہ نہ ہوں

۵۔ اقبال کو مغربی تہذیب میں اگر کچھ خامیاں نظر آتی ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ملت اسلامیہ اور اسکی مروجہ تہذیب سے خوش ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انھیں اپنی قوم میں بہت سی خامیاں نظر آتی ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اس قوم کے آگے کوئی مقصد یا نصب العین نہیں، ان کے دل گرمی، تڑپ اور حرارت سے محروم ہیں۔

۶۔ اقبال نے مغربی تہذیب اور علوم کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، وہ مغربی معاشرہ کی خامیوں اور خوبیوں سے اچھی طرح آگاہ تھے چنانچہ انہوں نے مغربی تہذیب کی خامیوں پر نکتہ چینی کرنے کے ساتھ ان مشرقی رہنماؤں کی بھی مذمت کی ہے جو مغرب کی اندھی تقلید کو شعار بنا کر ترقی یافتہ قوموں کے زمرہ میں شامل ہونے کی خوش فہمی میں مبتلا تھے انہوں نے مغرب کی حقیقی خوبیوں کو چھوڑ کر صرف ظاہری باتوں کو اپنا لیا اور ضروری اور غیر ضروری میں کوئی تمیز روا نہیں رکھی۔

۷۔ اہل مغرب کی سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی کے وہ بے حد معترف تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمان بھی اس میدان میں ان کی تقلید کریں ان کے نزدیک سائنس پر اہل فرنگ کی اجارہ داری نہیں ہے بلکہ ایک لحاظ سے یہ مسلمانوں کی گم شدہ متاع ہے۔ جسے حاصل کرنا ان کا فرض ہے۔ تسخیر کائنات کے لئے کی جانے والی سائنسی ایجادات کو وہ بہت تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چنانچہ اقبال سائنس کو فرنگی زاد نہیں مسلمان زاد بتاتے ہیں۔

حکمت اشیاء فرنگی زاد نیست

اصل اور جز لذتِ ایجاد نیست

نیک اگر بنی مسلمان زادہ است

ایں گلے از دست ما افتادہ است⁽¹⁹⁾

خلاصہ کلام

بہت سے ایسے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد معاشرے میں پائے جاتے ہیں جو مغربی افکار سے بہت زیادہ متاثر ہو کر اسلامی افکار کو فرسودہ سمجھتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ انہوں نے صرف مغرب کے افکار کو خوب پڑھا ہے لیکن اسلامی کو یا مکمل پڑھا ہی نہیں یا سمجھا نہیں دنیا کی نسبت مغربی اور اسلامی نظریہ کا مطالعہ لازمی ہے۔ جن جن شعبہ ہائے زندگی میں

مغرب والوں نے ترقی کی ہے تو ان تمام شعبوں کے بنیاد رکھنے والے اصل سائنسدان مسلمان ہی تھے۔ ہمارا تصور زندگی الہی نظریات کی بنیاد پر ہے۔ اس لئے ہم دنیا میں بھی آگے بڑھنا ہے ساتھ ہی دار ابدی یعنی آخرت کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا ہے۔ اس لئے دین میں حد بندی معین کی گئی ہے۔ اس کو پار نہیں کرنا ہے۔ مغرب کی نظر میں صرف دنیا اور مادہ ہی سب کچھ ہے۔ اس لئے وہ ہر میدان میں اسی حساب سے کام کرتے ہیں۔ جب دنیا ہی سب کچھ ہے تو ان کے ہاں حلال و حرام کا تصور ہی نہیں ہے۔ مغرب کی عالمگیریت پرستی کا سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ مغرب کہتا ہے کہ مجھے عالمی بننا چاہیے یعنی دنیا مغربی بن جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ مغرب اتنا انسان نہیں ہے کہ وہ موجودہ فلسفیانہ بنیادوں کے لحاظ سے عالمی بن سکے مغرب غیر انسانی ہے۔ کیونکہ اس کی توجہ صرف مادی زندگی پر تھی۔ تاہم مغرب کی مثبت خصوصیات اور مثبت کامیابیوں کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ مغرب کی تمام کامیابیاں منفی نہیں رہی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں عالمگیریت کا رجحان اور یہاں تک کہ کچھ شناختوں کا مدہم ہونا بھی منفی رجحان نہیں ہے اور دوسری طرف، شناخت کو برقرار رکھنا ہمیشہ مثبت نہیں ہوتا جدیدیت اور افکار مغرب کی غلط فہمی اس بنیاد پر ہے کہ ہر نئی چیز انسانیت کی ترقی کا نتیجہ ہے۔ اس لیے اسے قبول کرنا چاہیے۔ اس کی تاریخی جڑیں زمین کے مغرب میں دو ادوار میں پائی جاسکتی ہیں: ایک نشاۃ ثانیہ کا آغاز، جب تجرباتی علم میں ایک بڑی چھلانگ لگ گئی اور نوع انسانی کے سامنے نئی سائنسی دریافتیں لائیں اس حد تک کہ ان کا خیال تھا کہ ہر چیز نئی آگئی۔ بنی نوع انسان کی سائنسی ترقی سے اور اسے قبول کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ یہ کہے بغیر کہ ہمارے معاشرے کی موجودہ حالت اس مطلوبہ حالت سے بہت دور ہے جسے ثقافت کے لحاظ سے اسلامی نظام تشکیل دینا چاہیے۔ اگر ہر شخص انصاف کے ساتھ مغربی معاشروں کی طرف توجہ کرے تو وہ سمجھیں گے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے باوجود وہ اخلاقی اور روحانی مسائل میں رجعت کی وجہ سے بہت سے سماجی مسائل کا سامنا کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ان معاشروں میں بہت سے لوگوں کو ان مسائل کا سامنا ہے۔ ذہنی اضطراب اور زندگی میں خالی پن اور بے مقصدیت کے احساس کے ساتھ، وہ اپنے حقیقی گمشدہ شخص کو نہیں پاتے۔ جس کی یاد ان کے دلوں کو سکون دیتی ہے لہذا قتل و غارت، جرائم، چوری، بد عنوانی اور عصمت فروشی اور ذہنی و اعصابی بیماریوں میں مبتلا افراد کے اعداد و شمار میں روز بروز اضافہ ہوا ہے اور خاندانی بنیاد کے کمزور ہونے کے ساتھ ایڈز جیسی بیماری نے جنم لیا ہے جو بنی نوع انسان کے لیے ایک مہلک خواب کی طرح ہے اس لیے ان کی اندھی تقلید کرنا ہمارے لیے نہ تو قابل قبول ہے اور نہ ہی ممکن ہے یہ عنصر مغربی معاشرے کے اخلاقی اور مذہبی معیارات میں نوجوانوں کے ایمان اور یقین کی کمی کو ظاہر کرتا ہے۔ مذہب انسان کی مادی اور روحانی زندگی اور نفسیاتی سلامتی کا سب سے مستحکم ستون ہے جو اسے عزت و تکریم دیتا

ہے اور اس کی روح میں ایمان و اخلاص کی شمع روشن کرتا ہے اور اسے بے عقلی کی زنجیروں سے آزاد کرتا ہے۔ مذہبیت انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں میں مذہبی تعلیمات اور اقدار کا ادارہ بنانا ہے جس کے بے شمار ثمرات ہیں اور یقین، صبر، تسلیم و رضا، امانت داری، سچائی، حیا اور عفت، وفاداری، تقویٰ، صدقہ، رحم اور ہمدردی، رواداری اور مہربانی، اطاعت اور عبادت، جہاد اور کوشش لیکن ایسے عوامل مسلسل موجود ہیں جو ظاہری اور پوشیدہ طریقوں سے مذہبیت کے لیے خطرہ ہیں۔ نئی مغربی طرز زندگی انسانی شخصیت کی خوبیوں پر زور دیتی ہے۔ آج مغربی انسان انسان کی قدر اور آزادی کے دفاع میں دلچسپی رکھتا ہے مذہب اور دوسری انسانی جبلتوں کے درمیان مخالفت کا وہم انسانوں میں بہت سی جبلتیں ہیں۔ انسانی فطرت میں بہت سی چیزوں کی خواہش ہوتی ہے۔ ان تمام خواہشات کا تعلق ان چیزوں سے ہے جن کی انسان کو اپنے ارتقاء میں ضرورت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی بیہودہ اور لغو خواہش جس کو مارنے کی ضرورت ہے انسانی وجود میں نہیں ڈالی گئی انسانی فطرت میں بہت سی خواہشات شامل ہیں: دولت کی خواہش، سماجی مقبولیت کی خواہش، علم اور سچائی کی خواہش، ایک خاندان شروع کرنے اور شریک حیات کا انتخاب کرنے کی خواہش۔ مذہبی خواہش بھی ایک فطری انسانی خواہش ہے۔ ان میں سے کوئی بھی رجحان ایک دوسرے کے ساتھ جنگ میں نہیں ہے۔ ان کے درمیان کوئی حقیقی تضاد نہیں ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا حصہ اور فائدہ ہے۔ اگر ان کا حصہ اور مفاد انصاف کو دیا جائے تو ان کے درمیان مکمل ہم آہنگی قائم ہو جائے گی لیکن کچھ مقدس لوگ اور جو دین کی تبلیغ کا دعویٰ کرتے ہیں، مذہب کے نام پر ہر چیز سے جنگ پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کا نعرہ ہے: اگر تم دین حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہر چیز سے منہ موڑو، مال و دولت کی طرف مت دیکھو اس لیے اگر کوئی اپنی مذہبی جبلت کا مثبت جواب دینا چاہتا ہے تو اسے ہر چیز سے جنگ کرنی چاہیے۔ ظاہر ہے کہ جب سنت پرستی کا تصور معاش کے ذرائع کو چھوڑ کر سماجی مقام اور دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ ہو رہا ہے۔ جب سائنس کو مذہب کے دشمن کے طور پر متعارف کرایا جائے گا اور علماء اور سائنس دانوں کو مذہب کے نام پر آگ میں جھونک دیا جائے گا یا ان کے سروں کو گلے میں ڈال دیا جائے گا تو یقیناً لوگ مذہب کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ہوں گے۔

نتائج

ایک بات جو غلط عام رائے ہو چکی ہے کہ مغرب اور افکار مغرب مکمل طور سے اسلام دشمن اور اسلامی تعلیمات کا مخالف ہے جب کے تحقیق سے اندازہ ہوا کہ جس قدر مغرب اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہے خود مسلمانان عالم بھی اتنا عمل نہیں کرتے ہیں جن کی چند ایک مثالوں میں مساوات، رواداری، ایمانداری جیسے خواص موجود ہیں۔

دوم مغرب نے اس قدر ترقی کر لی ہے کہ ایک آسان سے آسان کام کے لیے حد یہ ہے عبادت الہی سے وابستہ اشیاء کے لیے بھی مغربی ایجادات کے محتاج ہیں۔

سوم قرآنی آیات کے تجزیہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک حد تک مادہ پرستی بھی جائز ہے۔

چہارم جب تک دینی و دنیوی تعلیمات کو فقط نوکری یا ڈگری کے حصول کے لیے پڑھا جائے گا تبدیل ممکن نہیں۔

پنجم مغربی ترقی اسلامی تعلیمات کا ماخذ ہیں اس لیے ہمیں اپنی میراث سے مستفید ہونا چاہیے۔

سفارشات

اس تحقیقی عمل کے اختتام پر تجاویز کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے کیونکہ موجودہ تحقیق ایک محدود دائرے میں کی گئی ہے لہذا پہلے حصے میں تجویز دی جاتی ہے کہ اس کے دیگر پہلوؤں پر مزید تحقیق کے لئے کچھ اور محققین جستجو کریں اور انکا احاطہ کریں اس لئے محققین کرام کے لئے ان پہلوؤں اور نکات کا ذکر کرنا چاہوں گی جو راقمہ کی حدود تحقیق سے اہر تھے۔

اول حصہ: مجوزہ تحقیقی موضوعات برائے محققین:

۱- اسلامی و مغربی افکار کے مشترکات کا جائزہ

۲- مغربی افکار کے مفید پہلو اور ان کا مشرق پر اطلاق

۳- مغرب سے استفادہ کرتے ہوئے ترقی کا سفر ایک تحقیقی جائزہ

۴- عصر حاضر میں مغربی افکار کے فوائد اور نقصانات تقابلی جائزہ

۵- مغربی فکر اور ثقافت پر تنقید نگاری کا سبب

دوم حصہ:

مغرب سے ہمیں کوئی اختلاف ہے جو کہ بہت اصولی اختلاف ہے، تو اس اصولی اختلاف کے خلاف ہمارا ہتھیار ان کی ایجاد کی ہوئی بندوق نہیں ہے، ہمارا ہتھیار ہمارا ایک نتیجہ خیز علم اور ہمارا وہ اخلاق جو قہماری معاشرت کو تعمیر کر کے دکھا چکا ہوں۔ اس میں ہم مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ ہمیں اس ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے، فرد کی سطح سے لے کر اجتماعی سطح تک اپنے تصور علم پر علمی ترقی کرنا اور اپنے تصور خیر پر بااخلاق بننا ہی واحد حل ہے۔ یہ ہماری اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت بھی ہے اور اس سے ہمیں مغرب روک نہیں رہا۔ یہ کام ہم بغیر کسی خوف کے کر سکتے ہیں لیکن ہمیں ایک بری عادت پڑی ہوئی ہے کہ ہم علم کو نتیجہ خیز بنانے کی جدوجہد سے دوچار سو سال پہلے دستبردار ہو چکے ہیں ہم اخلاق کے معاشرتی ماڈلز کو دینی فریضہ بنائے رکھنے کے تصور سے عاری ہو چکے ہیں اسی وجہ سے مغرب

سے لڑائی کا جو اصل میدان ہے وہ ہم اپنی کمزوری کی وجہ سے وہاں سے فرار ہو کر اس میدان میں مغرب سے لڑ رہے ہیں جہاں اس سے لڑنے کی اول تو ضرورت نہیں ہے اور جن لوگوں نے لڑائی چھیڑی ہوئی ہے وہ مغرب کے غلبے کو گویا اسٹیبلش کر رہے ہیں ان کے غلبے کو الٹا ایک نظریاتی جہت دے رہے ہیں اور مغرب کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ اپنی بہترین انکاری صلاحیتوں کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوں اور ایسا ہونا کئی سالوں سے شروع ہو گیا ہے۔ اس لیے لازم امر ہے کہ خود کو علمی، عملی، تحقیقی اور سائنسی میدان میں صف اول میں لاکھڑا کریں تاکہ ہم دور حاضر کے مطابق مغرب کے محتاج نہ ہوں۔

(الھوامش References)

۱۔ القرآن: ۲/۲۱۶

Al-Quran: 2/216

۲۔ شیرازی، آیت اللہ ناصر مکارم، تفسیر نمونہ، مترجم مولانا سید صفدر حسین نجفی، (لاہور: مصباح القرآن ٹرسٹ، ربیع الثانی

۱۴۱۷ھ)، ج ۱، ص ۵۰

Shirazi, Ayt Allah Nasir Makram, Tafsir Namoonah, Mutarjam Mawlana Sayid Safdar Husayn Najfi, (Lahore: Misbah Alquran Trust, Rabie Althaani 1417), V 1, P 50

۳۔ یزدانی، خواجہ حمید، بال جبریل، (لاہور: شرکت پر بنگلہ پریس، ۲۰۰۵ء) ص ۱۳۹

Yazdani, Khawajat Hamayd, BAL Jibril (Lahore: Matbaeat Sharat Birbatinj, 2005) P 139

۴۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، مترجم نواب وحید الزمان، (لاہور: نعمانی کتب خانہ، ۲۰۰۴ء)، ص ۱۱۸

Alqushayrii, Muslim Bin Hajjaaj, Sahih Muslim, Mutarjam Nuaab Wahid Alzaman, (Lahore: Maktabat Nuemani, 2004), P 118

۵۔ فیروز اللغات (اردو) مرتب کردہ: فیروز الدین، (لاہور: فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۰۸

Feroze Al-Lugad (Urdu) Compiled by: Feroze Aldeen, (Lahore: Feroze Sons Pvt. Ltd. 2005), P 108

۱۔ ایضاً، ص ۲۳۸

Ibid, P 238

۲۔ ایضاً، ص ۱۳۲۸

Ibid, P 1328

۳۔ ایضاً، ص ۹۴

Ibid, P 94

۴۔ ایضاً، ص ۵۱۳

Ibid, P 513

۵۔ ایضاً، ص ۱۲۸

Ibid, P 128

۶۔ نصر، سید حسین اسلام اور جدید انسان کی رکاوٹیں، (تہران: سہروردی ریسرچ اینڈ پبلیکیشن، ۲۰۱۱ء)، ص ۷۲

Nasr, Sayid Husayn 'Islam Waeaqabat Al'iinsan Alhadith, (Tahran: 'Abhath Alsahruardii Wa'iisdaruha 2011), P 72

^{۱۲}۔ القرآن: ۳۰/۳۰

Al-Quran: 30/30

^{۱۳}۔ تفسیر نمونہ، ج ۵، ص ۷۲

Tafsir Namoonah, V 5, P 72

^{۱۴}۔ مطہری، مرتضیٰ مجموعہ تصانیف، (تہران: صدرا پبلیکیشنز: ۱۳۸۳)، ص ۷۲

Mathariun, Majmueat 'Aemal Murtadaa, (Tahran: Manshurat Sadra 2003), P 472

^{۱۵}۔ القرآن: ۷/۳۲

Al-Quran: 7/32

^{۱۶}۔ تفسیر نمونہ، ج ۱، ص ۱۰۵

Tafsir Namoonah, V 1, P 105

^{۱۷}۔ القرآن: ۲۸/۷۷

Al-Quran: 28/77

^{۱۸}۔ تفسیر نمونہ، ج ۵، ص ۱۸

Tafsir Namoonah, V 5, P 18

^{۱۹}۔ اقبال محمد، مثنوی مسافر، (دہلی: غالب اکیڈمی ۱۹۶۸)، ص ۴۰

Iqbal Muhammad, Masnavi Musafir, (Dilhi: Akadimiat Ghalib 1968), P 40